چہرے کا پردہ
قرآنی آیات کی روشنی میں

حافظ محمد زبیر

قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن، لاہور

ششماہی تحقیقی مجلّہ ''منہاج'' کے شمارہ جولائی تا دسمبر ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر محفوظ احمد صاحب کا ایک مقالہ ''اسلامی حجاب کا عمومی تصور: ایک تحقیقی جائزہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے حجاب سے متعلق قرآن میں موجود مختلف آیات کے بیان کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چہرے کا ڈھانپنا امہات المؤمنین کے لئے تو واجب تھا لیکن عام مسلمان عورتوں کے لئے مستحب ہے ہمیں ڈاکٹر صاحب کے اس نتیجے سے اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کے چار مقامات ایسے ہیں جو کہ قطعی طور پر عام مسلمان عورتوں کے لئے بھی چہرہ ڈھانپنے کی دلیل بن رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی بات کے آغاز میں یہ بیان کیا ہے کہ قرآنی آیات کی دو قسمیں ہیں ایک محکم اور دوسری متشابہ، اور اسی بات کو بنیاد بنا کر انھوں نے پردے سے متعلقہ آیات قرآنیہ کو متشابہ شمار کرنے کی کوشش کی ہے۔ کاش کہ ڈاکٹر صاحب سورۃ آلِ عمران کی درج ذیل آیت پر غور کرتے تو ان کے لئے واضح ہو جاتا کہ یہ آیات ان کے لئے تو متشابہ ہیں لیکن ''راسخون فی العلم'' ان آیات کے معانی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''ھو الذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأویله ط وما یعلم تأویله الا الله ط والراسخون فی العلم ط''(۱)

(وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں، وہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری آیات ہیں جو کہ متشابہ ہیں۔ پس جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہ آیات کے پیچھے پڑتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کر سکیں اور

ان کی حقیقت تلاش کر سکیں۔ حالانکہ ان آیات کی حقیقت سوائے اللہ کے اور رسوخ فی العلم رکھنے والوں کے کوئی نہیں جانتا)۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ''رسوخ فی العلم'' نہیں رکھتے وہ جب آیات متشابہات کا معنی ومفہوم ادلہ شرعیہ کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کریں گے تو سوائے فتنہ وفساد کے کچھ پیدا نہ ہوگا۔ آیات متشابہات کی تاویل وتفسیر کے لئے ضروری ہے کہ انسان ''رسوخ فی العلم'' کے درجے پر فائز ہو۔ اور ڈاکٹر صاحب کو اس درجے پر فائز ہونے کے لئے ابھی کافی کچھ محنت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور رسوخ فی العلم:

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں بعض جگہ ایسی بنیادی غلطیاں کی ہیں، جو ''رسوخ فی العلم'' کے منافی ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب محرم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے مراد وہ مذکر رشتہ دار ہیں جن سے کسی عورت کا نکاح حرام ہے۔'' (۲)

ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک شادی شدہ عورت کا نکاح اپنے پھوپھی زاد چچازاد اور خالہ زاد سے حرام ہے تو کیا یہ سب رشتہ دار، شادی کے بعد، اس عورت کے لئے محرم بن جائیں گے؟

اسی طرح غیر محرم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غیر محرم سے مراد وہ مرد جن سے کسی مسلمان عورت کا عقد نکاح جائز ہوتا ہے۔'' (۳)

ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اب اس کی ساس اس کے لئے غیر محرم ہے لیکن ساس کا اپنے سابقہ داماد سے عقد نکاح جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اس کے لئے غیر محرم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے ''رسوخ فی العلم'' شرط ہے، ڈاکٹر صاحب کو چاہئے۔ اگر کسی شخص کی علمی صلاحیت کا یہ عالم ہو کہ وہ محرم اور غیر محرم کی صحیح تعریف بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے شرعاً بالکل بھی جائز نہیں ہے کہ وہ قرآنی آیات (آیۃ الجلباب) کی من مانی تفسیر کرے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ پہلے پختہ علماء کی صحبت

☆ملازمین کا فطرہ.................مالک پر واجب نہیں☆

اختیار کرکے ''رسوخ فی العلم'' پیدا کریں پھر اس کے بعد اس قسم کے نازک مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

قرآنِ مجید میں چار مقامات ایسے ہیں کہ جن سے ایک عام مسلمان عورت کے لئے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اپنی اس بحث میں ہم ہر آیت کے بارے میں پہلے مثبت طور پر اس آیت کے صحیح مفہوم کو بیان کریں گے پھر اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ان کے عدم رسوخ فی العلم کی وجہ سے اس آیت میں جو شکوک شبہات پیدا کئے گئے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے عام مسلمان عورتوں کے لئے حکم حجاب کو اڑایا جا سکے، ان کا جواب دیں گے۔

دلیل اوّل:

قرآنِ مجید میں عام مسلمان عورتوں کے لئے اجنبی افراد سے چہرہ چھپانے کی پہلی قطعی دلیل سورۂ احزاب کی ''آیۃ الحجاب'' ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ (۴)

''اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل مت ہو مگر یہ کہ تم کو کھانا کھلانے کے لئے بلایا جائے (ایسے وقت میں)، کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، لیکن جب تم کو (کھانے کے لئے) بلایا جائے تو اسی وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا لو تو (وہاں) سے چلے جاؤ اور باتیں کرنے کے لئے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ بے شک تمہارا

یہ عمل پیغمبر کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (کچھ کہنے سے) شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ (عمل) بہت زیادہ پاک کرنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کو بھی۔ اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ تم آپ کی بیویوں سے آپ (کی وفات) کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو چھپا لو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ان (ازواجِ مطہرات) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (سے پردہ نہ کرنے) کے بارے میں اور اپنے بیٹوں سے اور اپنے بھائیوں سے اور اپنے بھتیجوں سے اور اپنے بھانجوں سے اور اپنی (مسلمان) عورتوں سے اور اپنے غلام، لونڈیوں سے، اور تم (اے ازواجِ مطہرات) اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

آیۂ مبارکہ کا شانِ نزول:

(۱) اس آیۂ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قال عمر قلت یارسول اللہ یدخل علیک البر و الفاجر فلو أمرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ آیۃ الحجاب" (۵)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں۔ کاش کہ آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں، تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرمادی۔"

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے، فرماتے ہیں:

"انا اعلم الناس بھذہ الآیۃ آیۃ الحجاب لما اھدیت زینب الی رسول اللہ ﷺ کانت معہ فی البیت، صنع طعاما و دعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل النبی ﷺ یخرج ثم یرجع وھم قعود یتحدثون فانزل اللہ تعالیٰ

☆ شوہر اگر.............. بیوی کا فطرہ ادا کر دے تو جائز ہے ☆

(یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ) الی قولہ (من وراء حجاب) فضرب الحجاب وقام القوم. (٦)

''میں اس آیت یعنی آیت حجاب کے (سبب نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینب کو آپ کے لئے تیار کیا گیا اور وہ آپ کے ساتھ گھر میں تھیں، آپ نے کھانا تیار کیا اور صحابہ کی دعوت (ولیمہ) کی۔ (کھانا کھانے کے بعد) لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے۔ آپ باہر نکلتے اور واپس آتے تو لوگ پھر بھی بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے (یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ) سے لے کر (من وراء حجاب) تک وحی نازل فرمائی۔ پس (اس کے بعد) پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔''

آیت کے اجزاء:

اس آیہ مبارکہ میں چار (۴) باتوں کا تذکرہ ہے:

۱۔ جس مسئلہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ مسئلہ حجاب ہے۔

۲۔ اس آیت میں خطاب ازواجِ مطہرات سے ہے۔

۳۔ حکم حجاب کے وجوب کا ہے۔

۴۔ علت، طہارتِ قلب کا حصول ہے، یعنی دل پاک ہو جائیں۔

پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں جن پر ڈاکٹر صاحب کا بھی اتفاق ہے۔ لیکن چوتھی بات میں اختلاف ہے۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب ازواجِ مطہرات کے لئے تو پردے کا وجوب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں، لیکن عام اہلِ ایمان عورتوں کو اس آیت کے حکم میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے حق میں خاص ہے۔ ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے لئے ہی خاص ہے یا اس کا حکم عام اہلِ ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے؟

☆ مسجد کی تعمیر کے لئے .... زکوۃ اور فطرۃ دینا جائز نہیں ☆

حکم کی علت:

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حکم حجاب کی علت ازواجِ مطہرات کی عزت، عظمت وحرمت اورامت کا تحفظ ہے۔ ہمارے نزدیک ڈاکٹر صاحب نے جو علت نکالی ہے وہ قطعاً غلط ہے اوراس کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حجاب کا جو حکم اس آیۂ مبارکہ میں وارد ہوا ہے وہ معلل ہے۔ (یعنی اس کی علت بھی بیان کی گئی ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ط

"(اے مسلمانو!) پس تم ان (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو، اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھی بہت زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اوران کے دلوں کو بھی۔"

حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ (ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط) ہے۔ نص میں مذکوراس قسم کی علت کو معلوم کرنے کا طریقہ کو اصولیین کے نزدیک "**مسلک الایماء والتنبیه**" کہتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اس مسلک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المسلک الثالث الایماء والتنبیه وضابطه الاقتران بوصف لو لم یکن هو او نظیره للتعلیل لکان بعیدا فیحمل علی التعلیل دفعا للاستبعاد"(٦)

"مسالک علت میں سے تیسرا مسلک "**الایماء والتنبیه**" ہے اوراس کا ضابطہ یہ ہے کہ حکم کسی ایسے وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو کہ اگر وہ وصف یا اس کی نظیر علت نہ ہوتی تو وہ حکم بعید از فہم ہوتا، لہٰذا اس وصف کو اس حکم کی علت بنایا جائے گا تا کہ حکم کی تفہیم میں رکاوٹ کو دور کیا جا سکے۔"

علامہ شنقیطی اپنی تفسیر "**أضواء البیان**" میں اس آیۃ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حکم حجاب کی علت منصوص ہے۔ بعد ازاں منصوص علت کو معلوم کرنے کے طریقے "**مسلک الایماء**

والتنبیہ" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تعلم أن فی هذه الآیة الکریمة الدلیل الواضح علی أن وجوب الحجاب حکم عام فی جمیع النساء لا خاص بأزواجه وان کان أصل اللفظ خاصا بهن لأن عموم علته دلیل علی عموم الحکم فیه ومسلک العلة الذی دل علی أن قوله تعالی "ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن" هو علة قوله تعالیٰ "یایها الذین امنوا لا تدخلوا......" هو المسلک المعروف علی جزئیاته هو ان یقترن وصف بحکم شرعی علی وجه لو لم یکن فیه ذلک الوصف علة لذلک الحکم لکان الکلام معیبا عند العارفین"(۸)

"آپ جان لیں کہ اس آیت میں واضح دلیل موجود ہے جو اس بات کی طرف رہنمائی کر رہی ہے کہ یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے، ازواجِ مطہرات کے لئے خاص نہیں ہے۔ اگرچہ اصل الفاظ ازواج مطہرات کے لئے خاص ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حکم کی علت عام ہے جو کہ اس حکم کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ اور وہ مسلک علت جس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حکم حجاب کی علت "ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن" ہے، مسلک ایماء وتنبیہ کہلاتا ہے۔ علت کو معلوم کرنے کا یہ طریقہ کار اصول فقہ میں معروف ہے۔ "مسلک الایماء والتنبیہ" یہ ہے کہ کوئی حکم شرعی کسی وصف کے ساتھ اس طرح مل کر آئے کہ اگر وہ وصف اس حکم کی علت نہ بنایا جائے تو وہ کلام عارفین کے نزدیک عیب والا کلام ہوگا۔"

علامہ شنقیطی کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم حکم حجاب کے فوراً بعد مذکورہ وصف "طہارتِ قلوب" کو اس کی علت نہ مانیں تو یہ کلام "عیب والا کلام" شمار ہوگا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ "طہارتِ قلوب" حکمِ حجاب کی علت ہے، کیونکہ کلامِ الٰہی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا نص میں موجود علت کو نظرانداز کر کے اپنی طرف سے علت نکالنا اللہ کی بیان کردہ علت کے مقابلے میں اپنی علت پیش کرنے کے مترادف ہے۔

☆ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ☆

دوسری وجہ:

ڈاکٹر صاحب نے حکم حجاب کی جو دو علل نکالی ہیں ان میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ ساتھ بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، جس قدر ازواجِ مطہرات کی عزت، عظمت اور حرمت مطلوب ہے اسی قدر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے لئے بھی ہے۔ جس طرح ازواج مطہرات کے بارے میں غلط خیالات اور وساوس سے کسی شخص کی دنیا و آخرت تباہ ہوسکتی ہے اسی طرح کا معاملہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے بارے میں بھی ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ڈاکٹر صاحب نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان یعنی اہل بیت میں یہ تفریق کس اصول کی بنیاد پر کر لی، ڈاکٹر صاحب ازواج کے لئے تو چہرے کا پردہ واجب قرار دے رہے ہیں، لیکن آپ کی بیٹیوں کے لئے چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دے رہے۔ حالانکہ وہ اس علت میں برابر کی شریک ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیٹیاں، آپ کی بعض بیویوں سے بھی عزت وحرمت میں بڑھ کر ہیں، جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی موجود ہے: (سیدۃ نساء اھل الجنۃ) (۹) کہ ''آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہونگی۔''

پس ثابت ہوا کہ جو علت ڈاکٹر صاحب نے نکالی ہے وہ علت ہی نہیں ہے اس لئے جب علت ہی غلط نکالی گئی تو اس کی بنیاد پر صحیح حکم نکالنا ممکن نہیں ہے۔ حکم کی اصل علت ''طہارت قلبی'' ہے نہ کہ عزت وحرمت اور تحفظ امت، جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے۔

اصل سے فرع میں حکم کا اجرا:

جب حکم کی علت معلوم ہوگئی تو قیاس کے معروف اصول سے حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کی طرح عام اہلِ ایمان عورتوں کے لئے بھی ثابت ہوگیا۔ ارکانِ قیاس چار ہیں: اصل، فرع، حکم اور علت۔ مذکورہ آیت میں اصل ''ازواجِ مطہرات'' ہیں، فرع ''عام اہلِ ایمان کی عورتیں'' ہیں، حکم ''حجاب'' کا ہے اور علت ''طہارتِ قلب'' ہے۔ عام اہلِ ایمان عورتیں ازواجِ مطہرات کی نسبت ''طہارتِ قلوب'' کی زیادہ محتاج ہیں۔ لہٰذا جب علت کا اصل (ازواجِ مطہرات) کی نسبت فرع (ام اہل ایمان عورتوں) میں زیادہ اثبات ہے تو حکم حجاب بھی ازواجِ مطہرات کی نسبت عام اہلِ ایمان عورتوں میں زیادہ تاکید کے ساتھ ہوگا۔

☆ ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر ☆

آیت حجاب کی عمومیت:

یہ آیۂ مبارکہ اُمہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ تمام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے۔ درج ذیل قرائن اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں:

(۱) علت کی عمومیت: حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ (ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ) ہے۔ یہ علت عام ہے، کیونکہ طہارتِ قلب کی ضرورت جتنی ازواجِ مطہرات کو ہے اتنی ہی، بلکہ اس سے بڑھ کے عام مسلمان عورتوں کو بھی ہے۔ لہٰذا علت عام ہوئی اور علت کا عام ہونا حکم کی عمومیت کی دلیل ہے۔

(۲) اصولِ تفسیر کا قاعدہ: اصولِ تفسیر کا یہ قاعدہ ہے "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" (۱۰) کہ تفسیر کرتے ہوئے الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سببِ نزول کا۔ یہ آیات تو اگرچہ اُمہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئیں۔ یعنی ان آیات کا سبب نزول خاص ہے۔ لیکن اعتبار سبب نزول کی خصوصیت کا نہ ہوگا بلکہ الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ لہٰذا اس قاعدے کے مطابق اہل ایمان عورتیں بھی اُمہات المؤمنین کی طرح ان آیات کی مخاطب ہیں۔ کیونکہ قرآن کی اکثر آیات کا نزول کسی خاص سبب سے ہی ہوا ہے۔ اگر ہر آیت مبارکہ کو اس کے سبب نزول کے ساتھ ہی خاص کر دیا جائے تو قرآن کے ابدی احکامات ایک خاص دور کے خاص افراد کے لئے مخصوص ہو کر رہ جائیں گے جو کہ اسلام کی ہمہ گیریت کے منافی ہے۔

(۳) اہلِ ایمان عورتوں کا عمل: صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ ساتھ عام اہلِ ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:

"كنا تغطى وجوهنا من الرجال وكنا نمتشط قبل ذلك فى الاحرام"(۱۱)

"ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔"

لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ عام ہے۔

(۴) دلالت اولیٰ: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ہی ازواجِ مطہرات کو اُمت مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ) جبکہ اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل نص (وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا) کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات جو کہ تمام اُمت کی مائیں ہیں اور ان کے ساتھ نکاح کو بھی حرام ٹھہرایا گیا۔ اس کے باوجود اُن کو پردے کا حکم دیا گیا تو عام مسلمان عورتوں کے بارے میں، جو کہ مائیں بھی نہیں ہیں اور ان سے نکاح بھی جائز ہے، شر کے خیالات کا پیدا ہونا ازواجِ مطہرات کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے لئے حجاب کے احکامات بالاولیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

(۴) آیت مبارکہ کا سیاق وسباق: اس آیۂ مبارکہ کا سیاق وسباق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ آیت کے شروع میں ہی اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس طرح آپ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے اسی طرح عام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بعد آنے والی آیت بھی حکم حجاب کے عموم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ"

"انکے اوپر کے باپوں کے بارے میں (اُن سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں حجاب کے حکم سے مستثنیٰ افراد کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس استثناء کی عمومیت پر اجماع ہے۔ یعنی یہ جو مستثنیٰ افراد کی فہرست بیان کی گئی ہے، یہ فہرست صرف ازواجِ مطہرات کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ فہرست عام مسلمان عورتوں کے لئے بھی ہے۔ جب مستثنیٰ عام ہے تو مستثنیٰ مِنہ یعنی حکم حجاب بھی عام ہے۔ کیونکہ عام کا استثناء عام سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

لما أمر الله النساء بالحجاب عن الأجانب بين ان هؤلاء الاقارب لا يجب

الاحتجاب منهم كما استثناهم فی سورة النور عند قوله تعالٰی (وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ) (۱۲)

''جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عام عورتوں کو (مذکورہ آیت میں) حجاب کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ساتھ ان قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں کو سورۃ النور کی آیت (وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ) میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔''

اس سورۃ کی آیت ۵۹ میں ''نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کے الفاظ سے اس بات کی مزید تاکید ہو جاتی ہے کہ یہ حجاب کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

(۵) جلیل القدر مفسرین کی آراء: متقدمین ومتاخرین مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس آیت مبارکہ کے حکم کو عام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک جلیل القدر مفسرین کی عبارات نقل کیے دیتے ہیں:

☆ امام طبریؒ کی رائے: علامہ ابن جریر طبری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) يقول: واذا سألتم ازواج رسول الله ﷺ ونساء المؤمنين اللواتى لسن لكم بازواج متاعا ''فاسئلوهن من وراء حجاب'' يقول: من وراء ستر بينكم وبينهن'' (۱۳)

''اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جب تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں، کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

☆ امام قرطبی کی رائے: امام قرطبی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فی هذه الآية دليل على ان الله تعالٰى اذن فی مسألتهن من وراء حجاب فی حاجة تعرض او مسئلة يستفتين فيها ويدخل فی ذلك جميع النساء بالمعنى وبما تضمنة اصول الشريعة من ان المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك الا لحاجة'' (۱۴)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے کسی ضرورت کے تحت یا فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے ازواجِ مطہرات سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں، کیونکہ شریعت کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے، اس کا سارا جسم بھی اور آواز بھی پردہ ہے، جیسا کہ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ پس عورت کے لئے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔''

☆ امام ابوبکر الجصاص کی رائے: امام ابوبکر الجصاص اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وهذا الحكم وان نزل خاصافي النبي وازواجه فالمعنى عام فيه غيره اذ كنا مأمورين باتباعه والاقتداء به الا ما خصه الله به دون أمته۔'' (۱۵)

''یہ حکم اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم آپ اور آپ کے غیر دونوں کو شامل ہے، کیونکہ ہمیں ہر بات میں آپ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، سوائے ان احکامات کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے علاوہ آپ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔''

☆ امام ابن العربی کی رائے: امام ابن العربی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''والمرأة كلها عورة بدنها وصوتها فلا يجوز كشف ذلك الا لضرورة. او لحاجة كالشهادة عليه اوداء يكون ببدنها۔''(۱۶)

''اور عورت تمام کی تمام ستر ہے، اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے۔ لہٰذا عورت کے لئے اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں ضرورت یا حاجت کے پیش نظر وہ ایسا کر سکتی ہے۔ مثلاً اگر عورت کے خلاف گواہی دینا مقصود ہو یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو وغیرہ (تو وہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو اجنبی مرد کے سامنے کھول سکتی ہے)۔''

(۶) اصول فقہ کا قاعدہ: علم الاصول کا یہ قاعدہ ہے کہ واحد کا خطاب تمام امت کو شامل ہوتا ہے، کیونکہ سبب تکلیف میں سب برابر ہیں۔ الا یہ کہ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ علامہ البانی

☆ ملازمین کا فطرہ .... مالک پر واجب نہیں ☆

اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اذا خاطب الشارع الحكيم فردا من الامة او حكم عليه بحكم فهل يكون هذا الحكم عاما في الامة، الا اذا قام دليل التخصيص؟ او يكون خاصاً بذلك المخاطب؟ اختلف في ذلك علماء الاصول، والحق الاوّل، وهو الذي رجحه الشوكاني وغيره من المحققين." (۱۷)

"جب شارع حکیم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اُمت کے کسی فرد سے خطاب کریں یا اس کو کوئی حکم جاری کریں تو کیا یہ حکم تمام اُمت کے لئے عام ہوگا، سوائے اس کے کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو؟ یا یہ حکم اس مخاطب کے ساتھ خاص ہوگا؟ علمائے اصول کا اس مسئلے میں اختلاف ہے، لیکن پہلا قول حق ہے اور اسی قول کو امام شوکانی اور دوسرے محققین نے ترجیح دی ہے۔"

علامہ شنقیطی مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومن الأدلة على ان حكم آية الحجاب عام: هو ما تقرر في الاصول من ان خطاب الواحد يعم حكمه جميع الامة ولا يختص الحكم بذلك الواحد المخاطب." (۱۸)

"آیۂ حجاب کے بیان کردہ حکم کے عام ہونے میں جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے جسے آپ علم الاصول میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں: "واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے اور حکم اس اکیلے واحد مخاطب سے متعلق نہیں ہوتا۔"

مذکورہ بالا اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب عام ہے اور اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

پس مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اس آیت کی دلالت عام مسلمان عورتوں کے لئے بھی اسی طرح قطعی ہے جس طرح کہ ازواجِ مطہرات کے لئے ہے۔

☆ ويصوم غد نويت من شهر رمضان ☆

ڈاکٹر صاحب کی کچھ غلط فہمیاں اور ان کی تصحیح

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب نے کئی جگہ غلطی کھائی، جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

(۱) حدیث اسماء بنت ابی بکر:

ڈاکٹر صاحب نے عام مسلمان عورتوں کے لئے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر حدیث اسماء سے دلیل پکڑی ہے، حالانکہ یہ حدیث انتہائی درجے کی ضعیف روایت ہے، اس روایت میں چار علل ہیں جن کی موجودگی میں اس حدیث سے کسی حکم کا استنباط کرنا، قطعاً جائز نہیں ہے۔

پہلی علت: خالد بن دریک کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔ امام ابوداؤد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ھذا مرسل خالد بن دریک لم یدرک عائشة (۱۹)

"یہ روایت مرسل ہے۔ خالد بن دریک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ پایا۔"

دوسری علت: اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔ جمہور اور جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل نے سعید بن بشیر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے، لیکن ایسے علماء بہت کم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جمہور علماء کی طرف سے کی گئی جرح مفسر ہے اور علمِ جرح و تعدیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں اختلاف ہو جائے تو جرح اگر مفسر ہوگی تو اس کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے گا۔ امام مزی سعید بن بشیر کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

"وقال الدوری وغیرہ عن ابن معین لیس بشیء وقال عثمان الدارمی وغیرہ عن ابن معین ضعیف وقال علی بن المدینی کان ضعیفا وقال محمد بن عبداللہ بن نمیر منکر الحدیث لیس بشیء لیس بقوی الحدیث یروی عن قتادة المنکرات وقال البخاری یتکلمون فی حفظه وھو محتمل وقال ابن ابی حاتم سمعت ابی وابا زرعة یقولان محله

الصدق عندنا وقال النسائی ضعیف وقال الحاکم ابو احمد لیس بالقوی عندھم وقال ابن عدی والغالب علیه الصدق وقال الآجری عن ابی داؤد ضعیف وقال ابن حبان کان ردی الحفظ فاحش الخطأ وقال ابوبکر البزار ھو عندنا صالح لیس به بأس وقال بقیة عن شعبة ذلک صدوق اللسان فی الحدیث" (۲۰)

"دوری وغیرہ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ سعید بن بشیر کچھ نہیں ہے۔ امام عثمان الداری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔ علی بن مدینی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ وہ منکرالحدیث ہے اور حدیث کے معاملے میں قوی نہیں ہے۔ قتادہ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کو اس کے حفظ میں کلام ہے اور وہ محتمل ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب اور ابوزرعہ سے سنا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک صدوق ہے۔ نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ صدوق ہے۔ آجری نے ابی داؤد سے نقل کیا ہے کہ ابوداؤد اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان نے رڈی الحفظ اور فاحش الغلط قرار دیا ہے۔ ابوبکر البزار نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ صالح الحدیث ہے۔ بقیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث کے معاملے میں صدوق ہے۔"

ہم مذکورہ بالا عبارت میں دیکھ رہے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور بخاری نے اسے ضعیف راوی شمار کیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے تو اس کی قتادہ سے بیان کی گئی روایات کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

تیسری علت: اس حدیث کی سند میں قتادہ اور ولید دو راوی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیحین یا ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں (مثلاً مستدرک علی الصحیحین) کے علاوہ اگر کسی کتاب میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت بیان کرے گا تو وہ

☆ملازمین کا نطرہ ـــــــــ مالک پر واجب نہیں☆

روایت ضعیف شمار ہوگی۔ صحیحین اور ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود مدلس راویوں کی معنعن روایات، امام نووی اور امیر صنعانی کے بقول اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

(۱) ''قتادہ بن دعامة السدوسی البصری صاحب انس بن مالک کان حافظ عصرہ وھو مشھور بالتدلیس وصفه به النسائی وغیرہ من الطبقة الثالثة (۲۱)

''قتادہ بن دعامہ السدوسی البصری حضرت انس بن مالک کے صاحبین میں سے ہیں، اپنے زمانے کے حافظ تھے۔ تدلیس میں معروف ہیں۔ ان پر مدلس ہونے کا الزام امام نسائی اور دوسرے محدثین نے لگایا ہے۔ یہ تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

(۲) ''ولید بن مسلم الدمشقی معروف موصوف بالتدلیس الشدید مع الصدق من الرابعة (۲۲)

''ولید بن مسلم الدمشقی بہت زیادہ تدلیس کرنے میں معروف ومصوف ہیں، صادق ہیں، چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

چوتھی علت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا دونوں کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے۔ دونوں کے بارے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو جلیل القدر صحابیات ایک روایت کو بیان کریں اور ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہو؟ مذکورہ بالا چار علل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ ضعیف روایات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر ہم ان سب ضعیف روایت کی تحقیق بیان کرنا شروع کردیں تو یہ تحقیق بذاتہ خود ایک مقالے کی محتاج ہے۔

(۲) حضرت ام سلمہ، میمونہ اور فاطمہ بنت قیس کی روایات:

حضرت ام سلمہ، حضرت میمونہ اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی جو روایت ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہے ان میں اصل مسئلہ حجاب کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ عورتوں کا مردوں کو دیکھنے کا ہے۔ ڈاکٹر

☆ فطرہ کی مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دو کلو ایک سو پچاس گرام گندم یا گندم کا آٹا ہے ☆

صاحب کے نزدیک ازواج مطہرات کے لئے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے جبکہ عام عورتوں کے لئے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ اپنے اس بیان کے ذریعے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے حجاب کے درمیان فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مؤقف ان صحیح روایات کے خلاف ہے کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا عام مسلمان عورتیں، دونوں کے لئے بغیر شہوت کے مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو حبشیوں کا کھیل دکھایا تھا۔ حضرت ام سلمہ کی اور حبشہ کی روایت کے درمیان صحیح تطبیق یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ کی روایت میں آپ کا حکم ورع اور تقویٰ پر محمول کیا جائے۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری جامع الترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:

"والاصح انه يجوز نظر المرأة الى الرجل فيما فوق السرة وتحت الركبة بلا شهوة وهذا الحديث محمول على الورع والتقوىٰ. قال السيوطي رحمه الله كان النظر الى الحبشة عام قدومهم سنة سبع ولعائشة يومئذ ست عشرة سنة وذلک بعد الحجاب فيستدل به على جواز نظر المرأة الى الرجل. انتهى. وبدليل انهن كن يحضرن الصلاة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد ولابد ان يقع نظرهن الى الرجال فلو لم يجزلم يؤمرن بحضور المسجد والمصلى ولانه امرت النساء بالحجاب عن الرجال، ولم يؤمر الرجال بالحجاب كذا في المرقاة"(۲۳)

''اور صحیح قول یہی ہے کہ عورت کے لئے مرد کی طرف ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے تک دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ شہوت کے ساتھ نہ ہو۔ اور یہ (اُم سلمہ والی) حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہوگی۔ امام سیوطی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حبشیوں کو دیکھنا ہجرت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۶ سال تھی اور یہ واقعہ حجاب کی آیات کے نزول کے بعد کا ہے۔ پس اس واقعہ سے عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے جواز پر استدلال کیا جائے گا۔ (امام سیوطی کا

کلام ختم ہوا) اور اس کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتی تھیں تو ان کی نظروں کا مردوں پر پڑنا ایک لازمی امر تھا۔ اور اگر عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہ ہوتا تو عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں آنے کی اجازت نہ ہوتی۔ اور اس کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ عورتوں کو تو مردوں سے پردے کا حکم دیا گیا لیکن مردوں کو عورتوں سے پردے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی طرح مرقاۃ میں ہے۔

(۳) حکم کو سببِ نزول کے ساتھ خاص کرنا:

ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کے ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کی دلیل کے طور پر اس آیت کے شانِ نزول کی روایت کو بیان کیا ہے۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول خاص ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ کسی آیت کو اس کے شانِ نزول کے ساتھ خاص کرنا اصول تفسیر کے قاعدے **"العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب"** کے خلاف ہے۔ چونکہ ان آیات کا سبب نزول خاص ہے اس لئے ان آیات کی تفسیر میں مروی روایات بھی ازواجِ مطہرات کے حوالے سے ہی نقل ہوئی ہیں۔

(۴) قاضی عیاض اور امام بغوی وغیرہ کا مؤقف:

ڈاکٹر صاحب نے قاضی عیاض کا پورا مؤقف نقل نہیں کیا۔ قاضی عیاض کا مؤقف یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات کے لئے اپنی "ذات" کو چھپانا بھی واجب تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی عیاض کے اس مؤقف کے حق میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

ابن حجر قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرض الحجاب مما اختصصن به، فهو فرض عليهن بلا خلاف في الوجه والكفين فلا يجوزلهن كشف ذلک في شهادة ولا غيرها ولا اظهار شخوصهن وان كن مستترات" (۲۴)

"حجاب کی فرضیت ازواجِ مطہرات کے لئے خاص ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں

ہے کہ ان کے لئے چہرے اور ہاتھوں دونوں کا چھپانا واجب تھا اور ان کے لئے شہادت یا اس قسم کے دوسرے معاملات میں بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہ تھا، اوران کے لئے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں پر ظاہر کریں چاہے وہ پردے میں ہی کیوں نہ ہوں۔"

ابن حجر قاضی عیاض کے اس مؤقف کا رڈ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولیس فیما ذکرہ دلیل علی ما ادعاہ من فرض ذلک علیھن وقد کن بعد النبی یحججن ویطفن وکان الصحابۃ ومن بعدھم یسمعون منھن الحدیث وھن مستترات الابدان لا الأشخاص"(۲۵)

"قاضی عیاض نے جو بات کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ ان پر فرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں (نفلی) طواف اور حج کرتی تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے حدیث سنتے اس حال میں کہ انہوں نے اپنے اجسام کو چھپایا ہوتا تھا نہ کہ اپنی ذات کو۔"

اس آیۂ مبارکہ میں ازواج کے لئے اپنی ذات کو چھپانا مقصود کلام نہیں ہے، جیسا کہ امام بغوی نے سمجھا ہے۔ بلکہ جسم کو چھپانا یعنی پردہ کرنا اصل مقصود ہے۔ کیونکہ ازواج مطہرات کا مسجد میں جا کر نمازوں میں شریک ہونا، نفلی حج اور عمرے کے لئے نکلنا صحابہ کرام کو احادیث کی تعلیم دینا اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نہ تو ازواج کے لئے پردے کی حالت میں اپنی ذات کو بھی چھپانا مقصود تھا اور نہ ہی صحابہ کرام کا پردے میں ان کی طرف دیکھنا ممنوع تھا۔ اگر واقعتاً حکم حجاب سے یہ مقصود ہوتا کہ حجاب میں بھی ازواج کو دیکھنا جائز نہیں ہے تو ازواج کو مساجد میں نماز کے لئے شریک ہونے، نفلی حج وعمرہ کرنے اور طواف کرنے سے روک دیا جاتا۔ ہماری اس رائے کی تائید مذکورہ بالا دلائل کے ساتھ ساتھ جلیل القدر مفسرین کی آراء سے بھی ہوتی ہے۔

☆ **ابن جریر طبری کے نزدیک حجاب کا مفہوم**: ابن جریر طبری آیت (فاسئلوھن من وراء حجاب ط) کی تعبیر میں فرماتے ہیں:

"سوالکم ایاھن المتاع اذا سألتموھن ذلک من وراء حجاب اطھر

لقلوبكم وقلوبهن من عوارض العين فيها التي تعرض في صدور الرجال من امر النساء وفي صدور النساء من أمر الرجال واحدى من ان لا يكون للشيطان عليكم وعليهن سبيل" (۲۶)

''تمہارا ان ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا پردے کے پیچھے سے ہونا چاہئے، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں میں بھی آنکھ سے پیدا ہونے والے غلط جذبات وخیالات کو پاک کرنے والی ہے جو کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں سے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں سے متعلق پیدا ہوتے ہیں، اور زیادہ مطلوب یہی ہے کہ تمہارے معاملے میں یا ان کے معاملے میں شیطان کو کوئی راستہ نہ مل سکے۔''

☆ **امام رازی کے نزدیک لفظ حجاب کا مفہوم**: امام رازی فرماتے ہیں:

''قوله (فاسئلوهن من وراء حجاب) امر بسدل الستر عليهن وذلكب لا يكون الا بكونهن مستورات محجوبات وكان الحجاب وجب عليهن (۲۷)

''(فاسئلوهن من وراء حجاب ط) یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ پردے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان پر حجاب کرنا واجب تھا۔''

(۵) ازواج اور عام مسلمان عورتوں کے حجاب میں فرق:

ڈاکٹر صاحب آیت حجاب کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ حکم ازواج مطہرات کو دیا گیا لہٰذا ان کے لئے یہ حکم فرض تھا۔ البتہ امت کی خواتین کے لئے اس کی شرعی حیثیت سنت مستحبہ کی ہوگی اگر کوئی کرلے تو مستحب، ورنہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔'' (۲۸)

ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جب ازواج مطہرات اور عام

عورتوں، دونوں کے لئے آپ آیت حجاب ہی سے دلیل پکڑ رہے ہیں تو ایک ہی نص سے امت کی ایک جماعت کے لئے آپ وجوب ثابت کر رہے ہیں جبکہ دوسری جماعت کے لئے آپ استحباب ثابت کر رہے ہیں۔ استدلال و استنباط احکام کے اصولوں میں سے کون سا اصول ایسا ہے جو کہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ایک ہی نص سے وجوب بھی ثابت ہوتا ہے اور استحباب بھی۔ ڈاکٹر صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ نص تو کیا، عقل کے بھی خلاف ہے۔ جب اصل (ازواج) کا حکم، وجوب کا ہے تو فرع (عام مسلمان عورتیں) کا حکم استحباب کیسے ہو گیا؟

دلیل ثانی:

"یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط (۲۹)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو، کہ وہ اپنے جلباب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اوپر لٹکا لیا کریں۔ ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔"

مسلمان عورتوں اور ازواج مطہرات کے حجاب کا فرق:

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ حجاب کا حکم ازواج کے لئے واجب تھا جبکہ عام مسلمان عورتوں کے لئے حجاب مستحب ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں یہ آیہ مبارکہ ڈاکٹر صاحب کے اس مؤقف کے خلاف نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس حجاب کا حکم ازواج مطہرات کو دیا جا رہا ہے اسی حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کو بھی دیا جا رہا ہے، اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے حجاب میں چہرے کا پردہ واجب تھا۔

"جلباب مع الادناء" کا مفہوم:

"جلباب مع الادناء" سے مراد تمام بدن کے ساتھ ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے۔

جلباب کے شرعی معنوں میں بدن کے علاوہ چہرے کو ڈھانپنا بھی شامل ہے اور جلباب انہی معنوں میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں معروف تھا۔ اس کی دلیل بخاری کی درج ذیل روایت ہے جس میں واقعہ افک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں:

"فعرفني حين رآني وكان يراني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني، فخمرت وجهي بجلبابي، وفي رواية "فسترت وجهي عنه بجلبابي." (۳۰)

"تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہوگئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔" اور ایک روایت میں ہے کہ "میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر سے چھپالیا۔"

اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول جلباب عہد نبوی میں چہرے کے ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

حدیث کا یہ ٹکڑا "وكان يراني قبل الحجاب" بہت اہم ہے۔ اس سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ حدیث کے اس ٹکڑے سے اس بات کی وضاحت ہو رہی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا یہ تھا کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے مجھے حجاب کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ حجاب کا حکم کہاں ہے جس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا ہے؟ وہ حجاب کا حکم اسی آیت میں ہے۔ حضرت عائشہ کا اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے اس آیت کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں چہرے کے پردے کا حکم بھی شامل ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ کی اس روایت میں جلباب لٹکانے کا تذکرہ ہے اور جلباب لٹکانے کا حکم اس آیت میں بھی بالکل واضح طور پر موجود ہے اور تقریباً تمام مفسرین نے چہرے کے پردے میں استدلال اسی آیت سے کیا ہے، جیسا کہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے اس آیت میں چہرے کے پردے کا وجوب بھی ثابت ہو رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ کی یہ وضاحت کہ "وکان یرانی قبل الحجاب" اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد چہرے کو کھلا رکھنا حضرت عائشہ کے نزدیک گناہ تھا، اس لئے حضرت صفوان بن معطل نے جب ان کو پہچان لیا تو حضرت عائشہ نے اس کی توجیہ بیان کی کہ انہوں نے مجھے اس آیت کے نزول سے پہلے دیکھا ہوا تھا، اگر چہرے کا کھلا رکھنا جائز ہوتا تو حضرت عائشہ کو یہ وضاحت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ علاوہ ازیں حدیث کے اس ٹکڑے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ کا یہ عمل اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ صحابیات مطہرات اس آیت سے چہرے کے پردے کا وجوب مراد لیتی تھیں۔

۳۔ اگر ڈاکٹر صاحب "فسترت وجھی عنہ بجلبابی" کی یہ تاویل کریں کہ یہ حدیث تو ازواج مطہرات کے لئے خاص ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ "وکان یرانی قبل الحجاب" کا قرینہ اس کے عموم کو ثابت کر رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ چھپانے کے لئے اپنے عمل کو دلیل نہیں بنایا بلکہ اپنا چہرہ چھپاتے وقت ایک دلیل کی طرف اشارہ کیا جس دلیل کی بنیاد پر وہ چہرہ چھپا رہی تھیں اور وہ دلیل حکمِ حجاب ہے جو کہ اس آیت مبارکہ میں دیا گیا ہے اور یہ آیت صرف ازواجِ مطہرات کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے، جیسا کہ اس کے الفاظ "ونساء المؤمنین" سے ظاہر ہوتا ہے۔

۴۔ چہرے کا پردہ تمام مؤمن عورتوں کے لئے لازم ہے۔ یہ حکم صرف ازواجِ مطہرات کے لئے خاص نہیں ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم دلیل کے طور پر مزید دو احادیث کا تذکرہ کئے دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللہ ﷺ محرمات، فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابھا من رأسھا علی وجھھا، فاذا جاوزونا کشفناہ" (۳۱)

ہمارے پاس سے قافلے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتیں، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم میں سے کوئی ایک اپنی چادر اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم اس کو کھول دیتیں۔"

علامہ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے، اور یہ روایت حجاب کے حکم کے عموم کے بارے میں نص قطعی ہے:

"کنا نغطی وجوھنا من الرجال، وکنا نتمشط قبل ذلک فی الاحرام."(۳۲)

"ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپتی تھیں اور اس سے پہلے ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کرلیا کرتی تھیں۔"

امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت اختیار کی ہے۔

"یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" اور مفسرین کی آراء:

ذیل میں ہم ان متقدمین اور متاخرین مفسرین کی آراء بیان کریں گے جنہوں نے آیۂ مبارکہ "یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" سے چہرے کے پردے پر استدلال کیا ہے۔ قارئین کی معلومات کے لئے ہم نے اکثر مفسرین کا سن وفات بھی ذکر کر دیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں مفسرین نے اس آیت مبارکہ کو اپنے زمانے میں چہرے کے پردے کی دلیل کے طور پر پیش نہ کیا ہو۔

تفسیر طبری، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، المتوفی ۳۱۰ھ۔

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط"

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

"لا یتشبهن بالاماء فی لباسهن اذاهن خرجن من بیوتهن لحاجتهن،

فكشفن شعورهن ووجوههن ولكن ليدنين عليهن من جلابيبهن لئلا يعرض لهن فاسق، اذا علم انهن حرائر باذى من قول"(۳۳)

''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔''

معانی القرآن، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء، المتوفی ۲۰۷ھ۔

امام فراء اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''والجلباب الرداء حدثنا ابو العباس، قال حدثنا محمد قال حدثنا الفراء قال حدثني يحيى بن المهلب ابو كدينة عن ابن عون عن ابن سيرين فى قوله (يدنين عليهن من جلابيبهن) هكذا: قال تغطى احدى عينيها وجبهتها والشق الآخر الا العين (۳۴)

''جلباب سے مراد چادر ہے۔ ہم سے ابو العباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام فراء نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن مہلب نے بیان کیا، وہ ابن عون سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول (يدنين عليهن من جلابيبهن) کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین نے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی، سوائے ایک آنکھ کے۔''

احکام القرآن، ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص، المتوفی ۳۷۰ھ۔

''قال ابوبكر فى هذه الآيت دلالة على ان المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبيين...... وفيها دلالة على ان الامة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لان قوله تعالىٰ (ونساء المؤمنين) ظاهره انه اراد الحرائر."(۳۵)

''ابوبکر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ

نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے......اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی پر اپنے چہرے اور بالوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول (وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ) سے ظاہری طور پر یہ واضح ہورہا ہے کہ یہاں مراد آزاد مسلمان عورتیں ہیں۔"

تفسیر بغوی، ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) امام بغوی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(يدنين عليهن من جلابيبهن) جمع الجلباب وهو الملاء ة التي تشتمل به المرأت فوق الدرع والخمار وقال ابن عباس وابو عبيدة امر نساء المؤمنين ان يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجللابيب الاعينا واحدة ليُعلم انهن حرائر" (۳۶)

"جلابیب، جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور ابن عباس اور ابوعبیدہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔"

الکشاف، ابوالقاسم جاره اللہ محمد بن عمر الزمخشری الخوارزمی، المتوفی ۵۳۸ھ۔

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ومعنى (يدنين عليهن من جلابيبهن) يرخينها عليهن ويغطين بها وجوههن واعطافهن يقال اذ ازل الثوب عن وجه المراة ادني ثوبك على وجهك...... فان قلت ما معنى (من في (من جلابيبهن) قلت هو للتبعيض الا أن يكون معنى التبعيض محتمل وجهين أحدهما أن يتجلببن ببعض مالهن من الجلابيب والمراد أن لا تكون الحرة متبذلة في درع وخمار كالأمة والماهنة الخادمة ولها جلبان فصاعدا في بيتها، والثاني أن ترخي المرأة بعض جلبابها وفضله على وجهها تتقنع حتى تتميز من الأمة" (۳۷)

''اور (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں، کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر...... اگر تم یہ سوال کرو کہ ''من جلابیبھن'' میں ''من'' کے کیا معنی ہیں؟ تو میں یہ کہوں گا کہ ''من'' یہاں تبعیض کے لئے ہے اور یہاں پر اس کے لئے دو معانی کا احتمال موجود ہے ایک تو یہ کہ وہ عورتیں اپنے بہت سارے جلابیب میں سے ایک جلباب اوڑھ لیں یعنی مراد کہ آزاد عورت لونڈی یا پیشہ ور خادمہ کی طرح ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلابیب موجود ہوں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ عورت اپنے سر پر اوڑھے ہوئے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تا کہ لونڈی سے اس کی تمیز ہو سکے۔''

زادالمیسر، امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی، (المتوفی ۵۹۷ھ) علامہ ابن جوزی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قوله تعالىٰ (يدنين عليهن من جلابيبهن) قال ابن قتيبة : يلبسن الأردية. وقال غيره : يغطين رؤوسهن ووجوههن ليعلم انهن حرائر.'' (۳۸)

''ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں، جبکہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔''

التفسیر الکبیر، امام فخرالدین رازی، (المتوفی ۶۰۶ھ) اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ويمكن ان يقال المراد يعرفن انهن لا يزنين لان من تستر وجهها مع انه ليس بعورة لا يطمع فيها انها تكشف عورتها فيعرفن انهن مستورات لا يمكن طلب الزنا منهن.'' (۳۹)

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے یہ امید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی

☆ فطرہ کی مقدار ......

کے سامنے کھول دے گی، پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا۔"

تفسیر بیضاوی، قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی المتوفی ۶۹۲ھ۔

(یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یغطین وجوههن وابدانهن بملاحفهن اذا برزن لحاجة ومن للتبعیض فان المرأة ترخی بعض جلبابها وتتلفح ببعض" (۴۰)

"وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لئے باہر نکلیں اور "مِنْ" یہاں پر تبعیض کے لئے ہے، یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔"

تفسیر نسفی، امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن احمد بن محمود النسفی الحنفی، المتوفی ۷۰۱ھ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومعنی (یدنین علیهن من جلابیبهن) یرخینها علیهن وغطین بها وجوههن واعطافهن یقال اذا زال الثوب عن وجه المراة ادن ثوبک علی وجهک." (۴۱)

"(یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ) کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔"

تفسیر خازن، امام علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی الشافعی، المتوفی ۷۲۵ھ۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(یدنین) ای یرخین ویغطین...... قال ابن عباس امر نساء المؤمنین ان یغطین رؤوسهن ووجوههن بالجلابیب الا عینا واحدة لیعلم انهن حرائر" (۴۲)

☆ملازمین کا فطرہ---------------مالک پر واجب نہیں☆

''(یُدْنِینَ) سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں...... (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔''

البحر المحیط، امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وعليهن شامل لجميع اجسادهن او عليهن على وجوههن لان الذى كان يبدو منهن فى الجاهلية هو الوجه'' (۴۳)

''اور (عَلَیْهِنَّ) ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ''عَلَیْهِنَّ'' سے مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا۔''

تفسیر قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، المتوفی ۶۷۱ھ۔

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''لما كانت عادة العربيات التبذل و كن يكشفن وجوههن كما يفعل الاماء وكان ذلك داعية الى نظر الرجال اليهن، وتشعب الفكرة فيهن، امر الله رسوله ﷺ ان يامرهن بارخاء الجلابيب عليهن اذا اردن الخروج الى حوائجهن.'' (۴۴)

''چونکہ عرب خواتین میں (دورِ جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں۔''

تفسیر ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وقال محمد بن سيرين سالت عبيدة السلمانى عن قول الله عزوجل

(يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) فغطى وجهه وراسه وابرز عينه اليسرى"(۴۵)

''محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول (یدنین علیھن من جلابیبھن) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا۔''

تفسیر جلالین، امام جلال الدین محمد بن احمد المحلی و امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ای یرخین بعضها علی الوجوه اذا خرجن لحاجتهن الاعینا واحدة"(۴۶)

''یعنی وہ ان چادروں کا بعض حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں جب وہ کسی حاجت کے لئے نکلیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

اللباب فی علوم القرآن، ابوحفص عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی، متوفی ۸۶۰ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قال ابن عباس و ابو عبیدة من نساء المؤمنین ان یغطین رؤوسهن ووجوههن بالجلابیب الا عینا واحدة لیعلم انهن حرائر." (۴۷)

''ابن عباس اور ابوعبیدۃ نے ''نساء المؤمنین'' کے بارے مین کہا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے چادروں سے ڈھانپیں، سوائے ایک آنکھ کے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔

نظم الدرر، برہان الدین ابراہیم بن عمر البقائی، متوفی ۸۸۵ھ۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"(یدنین) ای یقربن (علیهن) ای علی وجوههن وجمیع ابدانهن فلا یدعن شیئا منها مکشوفا." (۴۸)

''(يُدْنِينَ) یعنی وہ قریب کریں (عَلَيْهِنَّ) یعنی اپنے چہروں اور اپنے تمام جسم پر اور کسی چیز کو بھی کھلا نہ چھوڑیں۔''

تفسیر ابن عطیہ، ابو محمد عبدالحق ابن عطیہ الاندلسی۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"لما كانت عادة العربيات التبذل في معنى "الحجبة" وكن يكشفن وجوههن كما تفعل الاماء وكان ذلك داعيا الى نظر الرجال اليهن وتشعب الفكرة فيهن امر الله ورسوله يامرهن بادناء الجلابيب ليقع تسترهن ويبين الفرق بين الاماء والحراء، فتعرف الحراء بسترهن"(۴۹)

"چونکہ عرب خواتین کی (دورِ جاہلیت کی) عادات میں سے چھچھورا پن ابھی باقی تھا اور اسی کو وہ پردہ خیال کرتی تھیں اور وہ اپنے چہروں کو لونڈیوں کی طرح کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو چادروں کے لٹکانے کا حکم دیں تاکہ وہ مستور ہوں اور آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور ان کے مستور ہونے کے سبب ان کو آزاد عورتیں خیال کیا جائے۔"

تفسیر ابن عاشورا، الشیخ محمد طاہر ابن عاشورا۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

"وكان عمر بن الخطاب مدة خلافته يمنع الاماء من التقنع كي لا يلتبسن بالحرائر ويضرب من تتقنع منهن بالدرت ثم زال ذلك بعده" (۵۰)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے، تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے، پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا۔"

فتح القدیر، محمد بن علی بن محمد الشوکانی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قال الواحدى: قال المفسرون يغطين وجوههن و رؤوسهن الاعينا واحدة فيعلم انهن حرائر فلا يعرض لهن باذى."(۵۱)

"واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور اپنے سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔"

روح المعانی، ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ۔ اس آیہ مبارکہ میں

''علیہن'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والظاھران المراد "بعلیھن" علی جمیع اجسادھن وقیل : علی رؤوسھن او علی وجوھھن لان الذی کان یبدو منھن فی الجاھلیة ھو الوجه واختلف فی کیفیة ھذا التستر.'' (۵۲)

''اور ظاہر میں ''علیہن'' سے مراد سارا جسم ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے سروں یا چہروں پر ڈال لو، کیونکہ دور جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ ان کا چہرہ تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کی اس کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔''

• فتح البیان، صدیق بن حسن بن علی بن الحسین القنوجی البخاری، التوفی ۱۳۰۷ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''قال الواحدی: قال المفسرون یغطین وجوھھن و رؤوسھن الاعینا واحدة فیعلم انھن حرائر فلا یعرضن لھن باذی وبه قاله ابن عباس''(۵۳)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے کہا کہ وہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور یہی ابن عباس کا بھی قول ہے۔''

تفسیر نووی، محمد بن عمر الجاوی، متوفی ۱۸۹۸م ''ادناء'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(ادنیٰ) ای احق بان یعرفن انھن حرائر و انھن مستورات لا یمکن طلب الزنا منھن لان من ستر وجھھا لا یطمع فیھا ان تکشف عورتھا.'' (۵۴)

''ادنیٰ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔ ایسی صورت میں ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو عورت اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنا ستر کھولے گی۔''

تفسیر مراغی، علامہ احمد بن مصطفیٰ مراغی۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''(یدنین) ای یرخین ویسدلن ویقال للمراة اذا زل الثوب عن وجھھا ادنی ثوبک علی وجھک. ای اقرب.'' (۵۵)

☆بیوی کا فطرہ ـــــــــ شوہر پر واجب نہیں☆

"(یدنین) سے مراد یہ ہے کہ وہ (اپنی چادریں) لٹکا لیں۔ عورت کا کپڑا جب اس کے چہرے سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر۔"

تفسیر سعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، متوفی ۱۳۷۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ای یغطین بھا وجوھھن وصدورھن" (۵۶)

"یعنی اپنے چہرے اور سینے ان (جلابیب) کے ساتھ ڈھانپ لیں۔"

اضواء البیان، محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطی، متوفی ۱۳۹۳ھ۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ومن ادلة القرآنية على احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتى وجهها قوله تعالى (يدنين عليهن من جلابيبهن) فقد قال غير واحد من اهل العلم ان معنى يدنين عليهن من جلابيبهن، انهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن" (۵۷)

"عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ (یدنین علیھن من جلابیبھن) بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی۔"

تفسیر ثنائی، ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری۔

"(يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ) اى على وجوههن." (۵)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں۔" یعنی اپنے چہروں پر۔

تفسیر مظہری۔ قاضی ثناء اللہ المظہری النقشبندی، المتوفی ۱۲۲۵ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس وابو عبيدة امر نساء المؤمنين ان يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب الاعينا واحد اليعلم انهن الحرائر "ومن" للتبعيض

☆شوہر اگر .... بیوی کا فطرہ ادا کردے تو جائز ہے☆

لان المرأة ترخی بعض جلبابها" (۵۹)

"ابن عباس اور ابو عبیدۃ وغیرہ کا قول ہے کہ اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تا کہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور "من" تبعیض کے لئے ہے، کیونکہ عورت اپنی چادر کا بعض حصہ (اپنے چہرے پر) لٹکاتی ہے۔"

ایسر التفاسیر، الشیخ ابوبکر جابر الجزائری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یدنین علیهن من جلابیبهن أی یرخین علی وجوههن الجلباب حتی لا یبدو من المرأة الا عین واحدة تنظربها الطریق اذا خرجت لحاجة" (۶۰)

"(یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ) کا مطلب ہے کہ وہ جلباب اپنے چہرے پر اس طرح لٹکا لیں کہ سوائے ایک آنکھ کے عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔"

البحر المدید، ابو العباس احمد بن محمد بن المهدی ابن عجیبہ الحسنی، (متوفی ۱۲۲۴ھ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" أی یرخین علی وجوههن من جلابیبهن فیغطین بها وجوههن" (۶۱)

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لیں، اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں۔"

التفسیر المنیر، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی۔

"(یدنین) الادناء التقریب والمراد الارخاءِ والسدل علی الوجه والبدن وستر الزینة ولذا عدی بعلی...... ومن للتبعیض فان المرأة تغطی بعض جلبابها وتتلفع ببعض ,المراد یرخین بعضها علی الوجوه اذا خرج لحاجتهن الا شیئا قلیلا کعین واحدة" (۶۲)

"(یدنین) ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے

اسی وجہ سے اسے ''علی'' کے ساتھ متعدی کیا گیا...... اور ''من'' تبعیض کے لئے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔''

یہ تو علمائے متقدمین ومتأخرین کی عربی تفاسیر تھیں۔ اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ۔''

اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔'' (٦٣)

تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی:

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ۔''

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔''

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا مودودی بیان فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا ترجمہ صرف ''لپیٹ لینا'' کرتے ہیں تاکہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصود اگر وہی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ ''یُدْنِیْنَ اِلَیْھِنَّ'' فرماتا۔ جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ ''یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ'' کے معنی محض لپیٹ لینے کے ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں ''مِنْ

جَلَابِیْبِھِنَّ" کے الفاظ یہ معنی لینے میں اور زیادہ مانع ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں "مِنْ" تبعیض کے لئے ہے، یعنی چادر کا ایک حصہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لپیٹی جائے گی تو پوری چادر لپیٹی جائے گی نہ کہ اس کا محض ایک حصہ۔ اس لئے آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔" (٦٤)

ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد۔

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ."

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ کر ان کا کچھ حصہ نیچے لٹکا لیا کریں۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"آیت ۵۹ میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کیلئے یکساں طور پر واجب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔" (٦٥)

تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی۔

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ."

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔"

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

"قرآن نے اس "جلباب" سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تا کہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے

اور انہیں چلنے پھرنے میں زحمت پیش نہ آئے۔ یہی ''جلباب'' ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقعہ کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں، لیکن قرآنِ مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی بر خود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں۔'' (٦٦)

ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری:

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ.''

''اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمایئے اپنی ازواجِ مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہلِ ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو۔''

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواجِ مطہرات، اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔'' (٦٧)

تفسیر احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف:

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ.''

''جلابیب، جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے

راستہ بھی نظر آنا چاہئے۔" (۶۸)

معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی:

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ."

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھر سے نکلتے وقت عورت کو اپنا سر اور چہرہ اور بدن چھپانا ضروری ہے کہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانے کے شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو ان کے فتنے سے بچائے۔" (۶۹)

تفسیر عثمانی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی:

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ."

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔" (۷۰)

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ ایک عام مسلمان عورت کے لئے چہرے کے پردے کے وجوب پر نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک غلط فہمی اور اس کا جواب

اس آیت مبارکہ کے فہم میں بھی ڈاکٹر صاحب سے ایک بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ جس کی نشاندہی ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس آیہ مبارکہ میں دیئے گئے الفاظ **"ذلک ادنی أن یعرفن فلا یؤذین"** کو حکم جلباب کا سبب بنایا ہے، جو کہ اصول تفسیر اور اصول فقہ دونوں علوم سے ان کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح علت کی موجودگی اور عدم موجودگی احکام میں ضعف وتغیر کا باعث ہوتی ہے۔اسی طرح سبب کی موجودگی اور عدم موجودگی سے بھی احکام کا اجراء وارتفاع ہوتا ہے۔نص قرآنی کے مطابق جس طرح فرائض نماز کی فرضیت کا سبب حکم ربانی کے علاوہ وقت کا ہونا بھی ہے۔اسی طرح جلباب کے وجوب کا بھی سبب حکم الٰہی کے علاوہ آزادعورت کی پہچان کرانا ہے۔اگر نماز کا وقت یعنی سبب نہ ہوتو حکم الٰہی کے باوجود نماز کا عمل متقاضی نہیں ہوتا،اس طرح حکم جلباب کے باوجود اس کا سبب آزادعورت کی پہچان اور اس بناء پر ایذاء رسانی اگر نہ پایا جائے تو اس حکم کا عملی تقاضا بھی مرفوع ہو جائے گا۔''(۷۱)

ڈاکٹر صاحب کا یہ نکتہ نظر قطعاً غلط ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

سلف صالحین کی تفاسیر کے خلاف تفسیر:

محترم ڈاکٹر صاحب کی یہ تفسیر سلف صالحین کی تفسیر کے خلاف ہے۔امام طبری سے لے کر عصر حاضر کے مفسرین میں سے کوئی ایک بھی ایسا مفسر نہیں ہے کہ جس نے اس آیت مبارکہ کی وہ تفسیر کی ہو جو کہ ڈاکٹر صاحب کر رہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے خود اس بات کا اقرار اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت کا یہ تفسیری مفہوم شاید دیگر کتب تفسیر میں نہ ملے لیکن کسی تفسیری مفہوم کو محض اس بناء پر رد کر دینا کہ یہ مفہوم معروف تفسیر کے خلاف ہے، دانائی نہیں ۔ بلکہ ایسا کہنا قرآنِ حکیم کی عالمگیر فکری دعوت کے خلاف ہے۔''(۷۲)

عصر حاضر میں ایسے بہت سے متجددین پیدا ہو رہے ہیں جو کہ اکثر و بیشتر یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں کسی عالم کو یہ بات سمجھ نہیں آئی، جو کہ میں بیان کر رہا ہوں۔ ہم ایسے دعوؤں کی حقیقت کے بارے میں یہی کہیں گے کہ ایسے دعوے عموماً ایسے لوگ کرتے ہیں، جنہیں ''رسوخ فی العلم'' حاصل نہ ہو، جن کی تحقیق کی بنیاد چند ترجمہ کی گئی کتابیں ہوتی ہیں، جنھوں نے علوم اسلامیہ کو پختہ اور جلیل القدر علماء کی طویل صحبت میں رہ کر حاصل نہ کیا ہو۔ڈاکٹر صاحب کے بقول کسی مفسر کو یہ بات آج تک سمجھ نہیں آئی، کہ حکم جلباب کا سبب،معرفت

حرہ اور عدم ایذاء حرہ ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جلیل القدر مفسرین غلامی کے ادارے کے عملاً ختم ہو جانے کے بعد میں اس آیت مبارکہ سے حکم جلباب ثابت کرتے رہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک، معرفت حرہ اور عدم ایذائے حرہ حکم جلباب کا کوئی سبب نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلف صالحین کی تفسیر کی مخالفت ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ ایک تعبیر ہے، اور تعبیر میں کوتاہی ہوسکتی ہے لیکن تمام سلف صالحین کی تفسیر کے برعکس تفسیر کرنا ایسی صورت میں جبکہ انسان کے پاس نہ تو سلف صالحین جیسا علم ہو اور نہ ہی تفسیر کرنے کیلئے بنیادی علمی صلاحیت ہو، کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں، میں وہ پہلا شخص ہوں کہ جس پر قرآنی آیت کا یہ مفہوم پہلی مرتبہ منکشف ہوا ہے، ہی اس دعوے کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

سبب نزول اور سبب کا فرق:

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں ''سب نزول'' اور ''سبب'' کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ ''سبب نزول'' اصول تفسیر کا موضوع ہے جبکہ ''سبب'' اصولِ فقہ کا موضوع ہے۔ سبب نزول سے مراد وہ واقعاتی پس منظر ہے کہ جس کی وجہ سے اس آیت کا نزول ہوا ہوتا ہے۔ جبکہ سبب سے مراد وہ وصف ظاہر منضبط ہے کہ جسے شارع نے کسی حکم کے وجود اور عدم وجود پر بطور علامت مقرر کیا ہو۔ علامہ آمدی فرماتے ہیں:

> ''وهو كل وصف ظاهر منضبط دل الدليل السمعي على كونه معرفا لحكم شرعي'' (۷۳)

> ''سبب سے مراد ہر وہ وصف ہے جو کہ ظاہر ہو اور مضبط ہو اور کسی سمعی دلیل سے یہ پتہ چل رہا ہو کہ وہ اس حکم شرعی کے لئے ایک علامت ہے۔''

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

> ''ما جعله الشارع معرفا لحكم شرعي، بحيث يوجد هذا الحكم عند وجوده وينعدم عند عدمه'' (۷۴)

> ''سبب وہ ہے جسے شارع نے کسی شرعی حکم کے لئے بطور علامت مقرر کیا ہو اس طرح

سے کہ اس کے وجود سے حکم کا وجود اور اس کے عدم سے حکم کا عدم لازم آئے۔"

وہ تفسیری روایات کہ جن کو مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین" سبب نزول کی طرف اشارہ ہے نہ کہ سبب کی طرف۔ کیونکہ سبب شارع کی طرف سے مقرر ہوتا ہے سبب کا تعلق کسی واقعے سے نہیں ہوتا بلکہ شارع اسے اپنی طرف سے کسی حکم کے وجود اور عدم وجود کے لئے علامت مقرر کرتا ہے جبکہ سبب نزول دنیا میں پیدا ہونے والے کسی واقعے کو کہتے ہیں کہ جس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے احکام کا نزول ہوتا ہے۔ مثلاً آیت ظہار، آیت لعان وغیرہ، سبب نزول کے بارے میں اصول تفسیر کا معروف قاعدہ ہے۔ "العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب" کہ اگر کسی آیت کا سبب نزول، خاص ہو تو حکم کے نفاذ میں اس سبب نزول کی خصوصیت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ اصل اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کا "ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین" کو حکم اسبب بنانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ سبب نزول کا بیان ہے نہ کہ سبب کا۔

ایذائے حرہ کی حقیقت: ڈاکٹر صاحب نے حکم حجاب کے دو مقصد بیان کیے ہیں ایک معرفت حرہ دوسرا عدم ایذائے حرہ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ مقصد ایک ہی ہے اور وہ عدم ایذائے حرہ ہے۔ معرفت حرہ کا مقصد بھی اس کے تابع ہے کیونکہ بذاتہ معرفت حرہ کو مقصد بنانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ عدم ایذائے حرہ کو اس کے ساتھ ملا نہ دیا جائے۔ جب یہ طے ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ مقاصد میں سے اصل مقصد عدم ایذائے حرہ ہے تو ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جبکہ جزیرہ نما عرب کی حد تک دین اسلام غالب ہو چکا تھا تو اس کے بعد کسی آزاد عورت کو تکلیف دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، خصوصاً حضرت عمر فاروق کے دور میں، گویا کہ ڈاکٹر صاحب کا اختراع کیا ہوا سبب تو فتح مکہ کے بعد ہی ختم ہو گیا تھا۔ جب سبب ختم ہوگیا تو یہ حکم حجاب بھی فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہو جانا چاہئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صحابیات فتح مکہ کے بعد بھی حجاب پر اسی طرح کاربند رہیں جس طرح کہ فتح مکہ سے پہلے تھیں۔ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اور فاطمہ بنت منذر کی روایات ہیں اور ان کی یہ روایات فتح مکہ کے بعد کی ہیں۔

☆ وبصوم غد نويت من شهر رمضان ☆

"کنا نغطی وجوهنا من الرجال، وکنا نمتشط قبل ذلک فی الاحرام" (۷۵)

"ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپتی تھیں اور اس سے پہلے ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کرلیا کرتی تھیں۔"

"عن فاطمة بنت المنذر انها قالت: کنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق" (۷۶)

"حضرت فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔"

جب حالت احرام میں مسلمان عورتیں حجاب کی اس قدر پابندی کرتی تھیں، حالانکہ ان کے لئے حالت احرام میں اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے، تو عام حالات میں ان کا حکم حجاب پر عمل کس قدر ہوگا۔ عموماً منکرین حجاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی مدنی دور کو بنیاد بنا کر خیرالقرون کے بارے میں مجموعی طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان ادوار میں ایک مسلمان عورت، آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی، وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں، فساق کیکثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لئے راستوں پر بیٹھے ہوتے۔ گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آج کل کے ہمارے معاشرے ان معاشروں کی نسبت زیادہ پاکیزہ ہیں۔ منکرین حجاب کے نزدیک آج عورت کو اس طرح نہیں ستایا جاتا یا اس کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا کہ خیرالقرون میں تھا۔ اس لئے خیرالقرون کے فاسق معاشروں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد) کے لئے تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی لیکن آج کل کے پاکیزہ معاشروں کے لئے حجاب کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی مدنی دور میں چند ایک ایسے واقعات ضرور ہوئے ہیں لیکن منکرین حجاب ان واقعات سے ایک ایسی کہانی تراشتے ہیں اور منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کا ماحول اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی نسبت بہت بہتر اور پاکیزہ ماحول ہے۔ اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو مسلمان عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی جبکہ آج کل کے زمانے میں نہیں ہے۔

☆اللھم انی لک صمت وبک آمنت وعلیک توکلت وعلی رزقک افطرت ☆

سبب اور حکمت کا فرق:

ڈاکٹر صاحب نے ”ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین“ کو سبب بنایا ہے حالانکہ اصولیین کی اصطلاح میں اسے ”حکمت“ یا ”مصلحت“ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان ”حکمت“ کے بیان میں لکھتے ہیں:

”وانما شرعت لمصلحة العباد فی العاجل و الآجل وهذا المصلحة المقصودة اما جلب منافع لهم، واما دفع أضرار و مفاسد و رفع حرج عنهم...... فالقرآن الكريم غالبا ما يقرن بحكمه الحكمة الباعثة على تشريعه من جلب نفع أو دفع ضرر...... فحكمة الحكم : هی المصلحة من جلب نفع أو دفع ضرر أراد الشارع تحقيقها بتشريع ذلك الحكم الا أن الملاحظ: أن الشريعة، غالبا، لا تربط الحكم بحكمتة وجود او عدما...... وقد تكون الحكمة أمرا غير منضبط، أبيختلف باختلف الناس وتقديرهم، ولا يمكن بناء الحكم عليه لأنه يؤدی الى الاضطراب والفوضى فی الاحكام، فلا يستقيم أمر التكليف ولا يطرد ولا ينضبط، وتكثر الادعات للتحلل من الأحكام.“ (۷۷)

”حقیقت یہ ہے کہ احکام شرعیہ بندوں کی مصلحت کے لئے دیئے گئے ہیں خواہ ان کا فائدہ فوراً ہو یعنی دنیا میں یا کچھ دیر بعد یعنی آخرت میں۔ اس مصلحت سے مقصود یا تو بندوں کے لئے منفعت کا حصول ہے یا ان سے نقصانات، مفاسد اور تنگی کو دور کرنا ہے...... قرآن مجید اکثر اوقات اپنے حکم کے ساتھ اس حکمت کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس حکم کی تشریع کے لئے محرک ہو یعنی حصول منفعت یا دفع مضرت...... پس حکمت سے مراد وہ مصلحت ہے جو حصول منفعت یا دفع مضرت کی صورت میں ہوتی ہے جس کو شارع اس حکم کی تشریع کے ساتھ وجود میں لانا چاہتے ہیں۔ تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شریعت نے حکم کو اس کی حکمت کے ساتھ اکثر احکام میں، وجود یا عدم کے اعتبار سے براہِ راست مربوط نہیں کیا ہے...... اور بعض اوقات حکمت غیر منضبط ہوتی ہے یعنی

☆ روزہ دار کی دعاء۔۔۔۔۔۔۔۔رد نہیں کی جاتی ☆

وہ لوگوں کے اختلاف اور ان کے اندازوں میں تبدیلی سے یہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے اس وقت حکم کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جا سکتی کیونکہ ایسی صورت میں حکمت کو حکم کی بنیاد بنانا انتشار اور بدنظمی کا باعث بنتا ہے اس صورت میں مکلّف ہونے کا حکم ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور نہ اس میں عمومیت آ سکتی ہے اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جا سکتا ہے اور احکام سے راہِ فرار اختیار کرنے کے بہت سے دعوے ہو سکتے ہیں۔"

ہماری مذکورہ بالا اس بحث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(۱) حکمت سے مراد جلب منفعت اور دفع ضرر ہے۔ اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ "ذلک ادنی أن یعرفن فلا یؤذین" میں دفع ضرری بات ہو رہی ہے اس لئے یہ حکمت ہے نہ کہ سبب۔

(۲) حکمت غیر منضبط ہوتی ہے۔ یعنی اگر اس کی بنیاد پر حکم جاری کیا جائے تو وہ حکم مختلف اشخاص کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہے گا جبکہ سبب کے بارے میں ہم علامہ آمدی کی تعریف میں بیان کر چکے ہیں کہ سبب ایک منضبط وصف ہوتا ہے یعنی اس پر اگر کسی حکم کی بنیاد رکھی جائے تو وہ حکم سب کے لئے ایک ہی ہوگا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ "ذلک ادنی أن یعرفن فلا یؤذین" ایک غیر منضبط وصف ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم بعض مکلفین کے حق میں باقی رہتا ہے جبکہ بعض مکلفین کے حق میں باقی نہیں رہتا۔ اس لئے یہ سبب نہیں، حکمت ہے۔

(۳) حکم کی بنیاد حکمت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ علت پر رکھی جاتی ہے۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ بعض اوقات حکمت ہی علت بن جاتی ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حکمت ایک منضبط وصف ہو۔ حکمت اور علت میں اصل فرق انضباط کا ہے۔ حکمت اگر منضبط ہو جائے تو وہ علت بن جاتی ہے۔

(۴) اگر حکمت ایک غیر منضبط وصف ہو تو اس پر احکام کی بنیاد رکھنے کا مطلب ہے احکام سے راہِ فرار اختیار کرنا اور شرعی احکامات کو اڑانا، جیسا کہ ڈاکٹر صابح نے مذکورہ مسئلے میں حکمت کو بنیاد بنا کر حکم حجاب سے راہِ فرار اختیار کی ہے۔

(۵) اضافی طور پر یہ بات ہمارے علم میں ہونی چاہئے کہ اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہو تو اس سبب کو "علت" کہتے ہیں اور اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس (سبب) کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک نہ کر سکتی ہو تو اس

☆ مسجد کی تعمیر کے لئے .... زکوۃ اور فطرۃ دینا جائز نہیں ☆

سبب کو صرف ''سبب'' کہتے ہیں۔ مثلاً سفر روزہ افطار کرنے کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن ہے اس لئے یہ سبب علت ہے جبکہ سورج کا غروب ہونا مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے اس لئے اسے صرف سبب کہیں گے۔ سبب اور علت میں اصل فرق مناسبت کا ادراک کا ہے۔ بفرض محال ''ذلک ادنی أن یعرفن فلا یؤذین'' کو اگر ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق سبب مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ سبب نہیں کہلائے گا کیونکہ عقل اس کے درمیان اور حکم حجاب کے درمیان مناسبت کا ادراک کرسکتی ہے ایسی صورت میں اس کو علت کہیں گے نہ کہ سبب۔

خلاصہ کلام یہ کہ ''ذلک ادنی أن یعرفن فلا یؤذین'' حکم حجاب کی حکمت یا مصلحت ہے جس سے شارع کا مقصد دفع ضرر ہے۔ اس حکمت کے غیر منضبط ہونے کی وجہ سے اس کو نہ تو علت بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی سبب۔ کیونکہ علت اور سبب دونوں ہی منضبط وصف ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے بھی ''ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین'' کو حکمت قرار دیا ہے وہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''الحکمة من أمر الحرائر بالتستر ألا یختلطن بالاماء فاذا عرفن لم یقابلن بأدنی معارضت مراعاة لرتبة الحریة فتنقطع الأطماع عنهن''(۷۸)
>
> ''آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں، جب آزاد عورتوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آزاد ہیں تو پھر انھیں کسی قسم کی معمولی سی تکلیف بھی نہ دی جائے گی تاکہ آزاد عورتوں کے مقام کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ہر قسم کی غلط امیدیں ختم ہو جائیں۔

دلیل ثالث:

''وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اَبْنَآئِھِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ

اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o "(۷)

''اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کچھ کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پرشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کروانے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

یہ آیۂ مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر درج ذیل اعتبارات سے دلالت کر رہی ہے۔

(۱) قرآن میں زینت کا مفہوم:

قرآن میں زینت کا لفظ اکثر طور پر مادی چیزوں یعنی کپڑے اور بناؤ سنگھار کی اشیاء کے لئے استعمال ہوا ہے نہ کہ عورت کے اعضاء (چہرہ وغیرہ) کے لئے۔ اگرچہ عورت کا چہرہ اور اس کی زیب و زینت کے لےء استعمال ہونے والی اشیاء اور زیورات بھی زینت کے لغوی مفہوم میں شامل ہیں۔ لیکن قرآن میں زینت کا لفظ عورت کے اعضاء کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ مادی اشیاء کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہو رہا ہے۔

(۱) (يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ......) (الاعراف:۳۱)

(۲) (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ......)(الاعراف:۳۲)

(۳) (اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا......)(الکھف:۷)

(۴) (وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ج)(القصص:۶۰)

(۵) (اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ)(الصفت)

(۶) (وَالْخَيْلَ وَلْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط)(النحل:۸)

(۷) (فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ط)(القصص:۷۹)

(۸) (اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج)(الکھف:۴۶)

(۹) (اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ......)(الحدید:۲۰)

(۱۰) (قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ......)(طٰہٰ:۵۹)

(۱۱) (وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ......)(طٰہٰ:۸۷)

اصولِ تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنی میں قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہو تو جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا تو اس لفظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جس معنی میں وہ لفظ قرآن میں اکثر طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامہ شنقیطی تفسیر القرآن بالقرآن کے اس قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و ان من انواع البیان التی تضمنها ان یکون الغالب فی القرآن ارادة معنی معین فی اللفظ مع تکرر ذلک اللفظ فی القرآن فکون ذلک المعنی هو المراد من اللفظ فی الغالب یدل علی انه هو المراد فی محل النزاع لدلالة غلبة ارادته فی القرآن بذلک اللفظ.“ (۸۰)

”اور انواع البیان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں ایک لفظ کا کثرت سے ایک معین معنی مراد لیا گیا ہو جبکہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہو، تو قرآن میں اس لفظ سے اس معین معنی کا کثرت سے مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا وہاں یہی غالب معنی مراد ہوگا۔“

چونکہ قرآن میں اکثر طور پر زینت کا لفظ کپڑوں یا بناؤ سنگھار کی مادی چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا (وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ) میں اختلاف کی صورت میں زینت سے مراد وہ ظاہری

اشیاء ہیں جن کو عورت اپنی زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے نہ کہ عورت کے اعضاء۔ پس جب ثابت ہوا کہ چہرہ زینت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے تو اس کا استثناء (اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) سے کیسے درست ہوگا؟

زینت سے مراد مادی اشیاء ہیں نہ کہ عورت کے اعضاء، چونکہ لفظ ''زینتھن'' عام ہے اس لئے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ عورتیں اپنی ہر قسم کی زینت کو چھپائیں۔ جب زینت کو چھپانے کا حکم دیا تو مواضع زینت مثلاً ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور کان وغیرہ خود بخود اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اصل حکم عورتوں کو اپنی زینت کے چھپانے کا ہے سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور جس کا چھپانا ممکن نہ ہو۔ اور اس سے مراد عورت کے کپڑے، ہاتھوں میں پہنی ہوئی انگوٹھی اور ہاتھوں میں لگائی ہوئی مہندی، آنکھوں کا سرمہ وغیرہ ہے، جیسا کہ درج ذیل اقوال صحابہ و تابعین سے معلوم ہو رہا ہے:

''عن ابن مسعود قال (ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها) قال : الثياب''(۸۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''**ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها**'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔''

حضرت ابن مسعود کی اس تفسیر کی تائید درج ذیل اقوال سے بھی ہوتی ہے:

''عن عائشة ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها قال الفتح حلق من فضة يكون في أصابع الرجلين.'' (۸۲)

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ''**ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها**'' سے مراد وہ چاندی کی انگوٹھی ہے جو کہ پاؤں کی انگلیوں میں پہنی جاتی ہے۔

''عن ابن جبير في قول الله ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها يعني الوجه والكفين فزينة الوجه الكحل وزينة الكفين الخضاب ولا يحل أن يرى منها غريب غير ذلك.'' (۸۳)

''حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ''**ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها**'' سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کے زینت سرمہ ہے اور دونوں ہاتھوں کی زینت خضاب ہے اور کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے علاوہ اس کی کسی

☆شوہر اگر............................بیوی کا فطرہ ادا کر دے تو جائز ہے☆

زینت کو کوئی اجنبی دیکھے۔"

"عن مجاهد ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها قال الثياب والخضاب والخاتم والكحل." (۸۴)

(حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ "ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها" سے مراد کپڑے، مہندی، انگوٹھی اور سرمہ ہے)۔

(۲) مقاصد شریعہ اور چہرے کا پردہ:

اس آیۂ مبارکہ (النور: ۳۱) میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل ونسب انسانی کی حفاظت ہے۔نسل انسانی کی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے "یحفظن فروجھن" میں حفظ فروج کا حکم دیا جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لئے "ولا یبدین زینتھن" میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لئے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی تقاضا چہرے کو چھپانا بھی ہے۔ چونکہ زنا کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں مکملاتِ مصالح شریعت کہتے ہیں۔ اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات! حاجیات اور تحسینیات کے ساتھ ساتھ ان کے مکملات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔مکملات کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں:

"شرع الله تعالى احكاما اخرى لتكميل انواع المقاصد السابقة من ضروريات و حاجيات و تحسينيات، كالتتمة والتكملة لها" (۸۵)

"اللہ تعالیٰ نے سابقہ مقاصد شریعہ ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی تکمیل کے کچھ اور احکامات جاری کئے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تتمے اور تکملے کا درجہ رکھتے ہیں۔"

لہٰذا حفظِ فروج کے حکم ضروری کی تکمیل کے لئے اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ "ولا يبدين زينتهن" میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔عورت کا چہرہ زنا کا داعیات میں سے ہے۔اس کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

☆فطرہ کی مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوکلوایک سو پچاس گرام گندم یا گندم کا آٹا ہے☆

”عن عبداللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف النبی ﷺ فجاءت امرأة من خثعم، فجعل الفضل ینظر الیها وتنظر الیه، فجعل النبی ﷺ یصرف وجه الفضل الی الشق الآخر.“ (۸۶)

”حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی۔ فضل بن عباس اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فضل بن عباس کا چہرہ پکڑ کر اس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا۔“

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سدباب کیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چہرے کے پردے کا حکم کیوں نہ دیا۔ تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لئے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع تھا۔

(جاری ہے)

روزہ دار ہوشیار باش!

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ

اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا لَم یَدَع قَولَ الزُّورِ وَ العَمَلِ به فَلیسَ لله حَاجَة فِی أَن یَّدَعَ طَعَامَه وَ شَرَابَه ﴿رواه الترمذی﴾

☆☆☆

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جنابِ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا:

روزہ دار اگر

جھوٹ بولنے اور غلط کام کرنے سے باز نہ آئے

تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ﴿سنن ترمذی﴾